خطاب: امام اہلِ سنت سید ابو معاویہ ابو ذر حسنی بخاری رحمہ اللہ قسط نمبر ۲

سیرت و سوانح، امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳/رجب ۱۳۹۸ھ/۳۰/جون ۱۹۷۸ء، وہاڑی

اگر جناح کے نام کے بغیر تاریخِ پاکستان نامکمل ہے تو ذکر و تعارف صحابہ کے بغیر تعارف و تاریخِ اسلام نامکمل ہے:

دیکھئے نا! بانی پاکستان محمد علی جناح کا نام بچوں کو اگر نہ بتایا جائے تو کہتے ہیں صاحب! ہمارا کورس نامکمل ہوگا۔ اگر بچوں کو یہی پتا نہ ہو کہ ہمارے ملک کا بنانے والا کون تھا؟ تو کیا کہیں گے کہ ہم کس ملک کے رہنے والے ہیں جس کے بنانے والے کا ہمیں پتا نہیں؟ حالانکہ محمد علی جناح نے کوئی راج گیری یا مزدوری نہیں کی تھی کہ تیسی کانڈی لے کر دو اینٹیں لگائیں تو پاکستان بن گیا۔ پاکستان بنانے میں ڈیڑھ لاکھ مجلس احرار اسلام کے رضا کار بھی شامل ہیں۔ اس میں چھتیس لاکھ نیشنلسٹ مسلمانوں کے کارکن بھی شامل ہیں۔ اس میں وہ لاکھوں مسلمان بھی شامل ہیں جو کسی پارٹی میں شامل نہیں تھے۔ لیکن ہمیشہ چڑھتے سورج کی پوجا ہوتی ہے، سفید قبروں پر پھول چڑھتے ہیں۔ نام جناح کا ہی آئے گا؟ کیونکہ جس کے ہاتھ میں تلوار یا جس کے قبضہ میں اقتدار ہو اُسی کا نام چلتا ہے۔ اصل میں بنانے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے قربانیاں دیں، جانیں دیں، دس دس سال جیلیں کاٹیں۔ ایک تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء میں مجلس احرار کی طرف سے ساٹھ ہزار آدمی جیل میں گئے۔ یہ برٹش گورنمنٹ کی رپورٹ ہے۔ انھوں نے کشمیر اور جموں کی جیلوں کے دروازے توڑ دیے، رسیاں باندھ کر رکھتے تھے، رات کو میدانوں میں اور صبح کو ہاتھ جوڑتے تھے، خدا کے لیے گھروں میں چلے جاؤ، ہمارے پاس رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ وہ ساٹھ ہزار آدمی کس کھاتے میں ہیں؟ اندھے کنوئیں میں یا بحر الکاہل میں غرق ہو جائیں، تاریخ میں اُن کا نام اور طرح سے آئے گا۔ پوچھا جائے گا کہ پاکستان کا پہلا حاکم کون تھا؟ وہ کہیں گے جناب قائد اعظم محمد علی جناح، جو گجرات کاٹھیاواڑ کی کھوجا برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے والد ایران سے آئے تھے۔ وہ آغا خاں کے مذہب کے آدمی تھے، وہ کراچی میں کام کرتے تھے، پونجا اُن کی گوت تھی۔ اُن کی برادری وہاں موجود ہے۔ وہ دبلے پتلے تھے، اس لیے اُن کو گجراتی زبان میں ''جینڑا'' کہتے تھے۔ پھر اُسے اردو بنایا تو وہ جینا ہو گیا۔ پھر اس کو عربی میں ڈھالا تو جناح ہو گیا۔ پھر مولوی فیروز الدین ''فیروز اللغات'' والے یا کسی اور نے لقب دیا تو ''قائد اعظم'' ہو گئے۔ وہ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے، انھوں نے یہ کام کیا، وہ کام کیا، ایک منٹ کے لیے بھی جیل نہیں کاٹی اور ملک بنا دیا۔ تعریف ہو رہی ہے نا؟ بچوں کو پڑھایا جا رہا ہے نا؟ جناح کے تعارف کے بغیر، ملک کا تعارف بچوں کو سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب تک بانی پاکستان کا ذکر نہ ہو پاکستان سمجھ میں نہیں آسکتا تو پھر دینِ اسلام کا تعارف بھی بچوں کو، بڑوں کو اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک اللہ کا دین لانے والوں کا تعارف نہیں ہوگا۔

صحابہ میں سے صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال حکومت کی:

دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا لیکن دنیا کے کونے کونے میں اُسے لے کر صحابہ گئے۔ امیر معاویہ پیدا

ملّہ میں ہوئے۔ جوانی کی عمر انتیس، تیس سال مکہ اور مدینہ منورہ میں گزاری۔ اس کے بعد پھر اُناسی برس کی عمر تک انتالیس برس وہ شام میں رہے اور شام میں بیٹھ کر آدھا یورپ مسلمان کیا۔ آدھا افریقہ فتح کیا۔ یورپ کے دس ملکوں کو فتح کر کے اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ قسطنطنیہ پر حملے کیے، اس کا محاصرہ کیا اور وہاں بیٹھ کر ہندوستان کی سرحدوں تک حکومت چلائی۔ بیس برس گورنری کی اور ساڑھے انیس برس خلافت۔ پونے چالیس برس حکومت کی ہے۔ صحابہ میں کوئی امیرِ معاویہ کے سوا ایسا نہیں کہ جس نے گورنری اور خلافت کی حکومت مشترکہ طور پر چالیس برس کی ہو، سوائے امیر معاویہ کے، ہاں بعد میں عباسی خلیفوں میں المتوکل ایسا گزرا ہے جس نے چالیس برس حکومت کی یا ہندوستان میں عالم گیر مرحوم تھے جنھوں نے غالباً اکتالیس برس حکومت کی۔ چند آدمی تاریخِ اسلام میں ایسے آتے ہیں جنھوں نے اتنی لمبی حکومت کی ہو۔ لیکن ان کی حکومت چاہے سو سال بھی رہے ہمارے لیے اتنی مفید نہیں۔ ایک صحابی کی خلافت وحکومت، ایک صحابی کا اقتدار، ایک صحابی کی تبلیغ اور ایک صحابی کی خدمات ہمارے لیے دین کا پیغام ہیں۔ اورنگ زیب عالم گیر ہوتا نہ ہوتا، اسلام میں کوئی فرق نہ پڑتا۔ شہاب الدین غوری آتا نہ آتا، اسلام کا کچھ نہ بگڑتا۔ لیکن اگر صحابی نہ ہوتا تو وہاں پر کفر ہی کفر ہوتا، اسلام نہ آتا۔ ملک شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے بڑے بھائی حضرت یزید الخیر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں وہاں بھیجا۔ دو سال کے بعد ان کا طاعون کی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ وہاں دو طاعون پڑے۔ طاعونِ جارف اور طاعونِ عَمْواس۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ صحابہ کرام جنگوں میں اتنے شہید نہیں ہوئے جتنے ان دو طاعون کی بیماریوں میں۔ پچیس ہزار صحابہ طاعون کی ان دو بیماریوں میں انتقال کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی کا خلاصہ صحابہ کرام تھے۔ فاروقِ اعظم خود مدینہ سے چل کر شام میں آ گئے۔ اتنی گھبراہٹ طاری ہوئی، پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ بڑے بڑے جلیل القدر بزرگ حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل، حضرت شرحبیل ابن حَسَنہ، حضرت خالد بن ولید رضوان اللہ علیہم اجمعین، وہ لوگ جن کا چہرہ دیکھنے کے لیے دنیا آتی تھی، وہ سب کے سب اس طاعون میں انتقال کر گئے۔ پھر تیسرے درجے کے وہ بزرگ صحابہ جو بالکل آغازِ جوانی میں تھے انھیں آگے آنے کا موقع ملا۔ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمرو، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم۔ یہ اُس وقت بچے تھے جب وہ صحابہ جوان تھے۔ جب وہ بڑھاپے اور کہولت کی منزل کو گئے تو یہ جوانی کی منزل میں پہنچ گئے۔ پھر جب یہ بوڑھے ہوئے تو تابعین تبع تابعین آچکے تھے۔ بنواُمیّہ کا دور شروع ہو چکا تھا۔ تو دین کے لیے اصل خدمات صحابہ کی ہیں۔

پہلی مثال:

ہمیشہ کسی چیز کو سمجھنے کے لیے اس کے بانی کی تعریف ضروری ہے۔ کہتے ہیں جی فلاں شیخ ہے، جی آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ شیخ ہے؟ کہنے لگے جی وہ کہتا ہے میرا نام شیخ غلام محمد ہے۔ کہا یہ تو کوئی دلیل نہیں۔ بتاؤ وہ شیخوں میں، کھوجوں کی کس گوت میں ہے؟ شیخ تو لقب ہے کس برادری سے ہے؟ پہلے کھتری تھا، چھتری تھا، شودر تھا، برہمن تھا، مرہٹا تھا کون تھا؟ کیونکہ انھی قوموں کے لوگ مسلمان ہوئے۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں، اورنگ زیب عالم گیر کے زمانہ میں، محمد شاہ رنگیلا

کے زمانہ میں، بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں یا کسی ولی اللہ کے ہاتھوں پر انھوں نے توبہ کی، یہ مسلمان بنے، مسلمانوں نے عزت کی وجہ سے ''شیخ'' لقب دیا۔ اندر سے یا وہ کھتری ہے یا چھتری ہے یا شودر ہے یا برہمن ہے یا مرہٹا ہے۔ تو آپ پوچھیں گے نا؟ بتاؤ اس کا دادا پردادا کون ہے؟ کون سی پشت مسلمان ہوئی تھی، وہاں سے تعارف حاصل ہو جائے گا، تو ہر چیز کی بنیاد کو سمجھنے سے اس کا صحیح تعارف آئے گا۔

دوسری مثال:

آپ کہتے ہیں جی فلاں آدمی مسلمان ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جی کیسا مسلمان ہے؟ جی کلمہ پڑھتا ہے۔ کلمہ تو یہودی بھی پڑھتے ہیں۔ یہ کوئی جواب ہے؟ نہیں جی وہ مسلمانوں والا کلمہ پڑھتا ہے۔ میں نے کہا وہ تو خارجی بھی پڑھتے ہیں، رافضی بھی پڑھتے ہیں، جناب آپ عجیب بات کرتے ہیں، وہ تو کلمہ پڑھتا ہے، پکا مسلمان ہے۔ میں کہتا ہوں کلمہ کون سا پڑھتا ہے؟ اگر کلمہ صحابہ والا پڑھتا ہے تو مسلمان ہے، اگر کوئی اپنے باپ کا بنایا ہوا پڑھتا ہے تو دوزخ میں جائے، ہماری جوتیوں کو بھی اس کی پروا نہیں۔ اصل تعارف بتاؤ کہ وہ ہے کون؟ اس کی نسلِ روحانی چلتی کہاں سے ہے؟

تیسری مثال:

خانیوال، ریت کا ایک ٹیلا تھا۔ جلتا، بھنتا، سڑتا ہوا ایک علاقہ۔ کوئی شخص لکھنؤ گیا، وہاں سے خربوزے لایا، وہ اس ریگستان میں اس نے دفن کیے۔ لکھنؤ کے خربوزوں کی نسل آج تک خانیوال میں موجود ہے۔ اب کوئی شخص لکھنؤ کا اگر کہے کہ صاحب یہ خربوزے یہاں کیسے؟ کہا کہ صاحب دیکھ لیجیے۔ وہ کہے کہ ملتان کے ضلع میں لکھنؤ کے خربوزے؟ کمال کر دیا قبلہ آپ نے۔ انھوں نے کہا نہیں قبلہ ہمی میں سے ایک آدمی آپ کے لکھنؤ میں گیا تھا اور وہاں سے لایا تھا۔ اس نے کہا ہاں اب بات بنی نا۔ یہی تو میں سوچتا تھا کہ یا تو حرامی نسل ہے یا جعلی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ اب سمجھ میں آیا کہ خربوزہ لکھنؤ کا ہے۔ کوئی یہاں سے لے گیا تھا، لے کر آیا اور وہ اس نے یہاں بوئے۔ اب خانیوال میں لکھنؤ کے خربوزوں کی نسل چل رہی ہے۔

ہر چیز اپنی اصل سے، جدّ پشت سے پہچانی جاتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور اگر ہمیں اپنا اسلام سمجھنا ہے اور پہچاننا ہے تو ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنا شجرہ بتانا ہوگا کہ ہم کس کو مانتے ہیں؟ کیا ہم خارجیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہم رافضیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہم ناصبیوں کو مانتے ہیں؟ کیا ہمارا مذہب یہودیوں والا ہے؟ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں بتانا پڑے گا کہ ہم ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن وحسین اور معاویہ والا اسلام مانتے ہیں، خالد بن ولید، شُرحبیل وعبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، عُبادہ بن صامت اور سعید بن زید والا اسلام مانتے ہیں۔ ہم یہ بتائیں گے کہ زبیر بن عوام، عبداللہ بن زبیر اور طلحہ بن عبیداللہ والا اسلام مانتے ہیں۔ ہمیں بتانا ہوگا کہ معاویہ والا اسلام، اُن کے چچا زاد بھائی مروان بن حکم اور ان کے چچا حکم والا اسلام، جب وہ توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کی توبہ قبول کی اور اُنھیں معافی دے دی۔ اب اُن کا بھی اسلام معتبر

ہے۔ جب تک کافر تھے ہمیں اس سے غرض نہیں، جب حضور علیہ السلام کے دامن میں پناہ مل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ اب اگر کوئی بکتا ہے بکے، جلتا ہے جلے، جہنم میں جائے ہمیں کیا؟ ہمیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معافی کے بعد یقین ہو گیا کہ اللہ نے معاف کر دیا کیونکہ پیغمبر کی زبان سے غلط بات نہیں نکلتی۔ جب پیغمبر نے فرما دیا فتح مکّہ کے دن اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ، جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا، تم آزاد ہو۔ وَاَقُوْلُ لَكُمْ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ لِاِخْوَتِهٖ، اور تمھیں آج وہی کچھ کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، قیامت تک اب تم کو میرے بعد کوئی پکڑ نہیں ہوگی، میں نے معاف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد سمجھ لو اور یقین کر لو کہ اللہ نے معاف کر دیا۔ کیوں، اگر اللہ کو معافی منظور نہ ہوتی تو اسی وقت جبرئیل آ جاتے کہ خبردار آپ کو اس طرح معاف کرنے کی اجازت نہیں۔ آپ اس میں سے آدمی چُنیں کہ کس کس کو معاف کرنا ہے، باقی کو ہم جانیں۔ لیکن نہیں، اللہ تعالیٰ پیغمبر کی بات پر خاموش رہے۔ جبرئیل نہیں آئے آخر دم تک، اس نے بتا دیا کہ ڈیڑھ لاکھ صحابۂ کرام جنھوں نے فتح مکہ کے دن اور حجۃ الوداع کے دن مل کر دونوں نے اسلام کی تبلیغ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی گواہی دی تھی، اللہ اُن سب کے اسلام کا گواہ ہے اور اللہ ان سب کو مسلمان مانتا ہے اور اگر ہم میں سے اب کوئی نہیں مانے گا تو وہ خود جہنم میں جائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگڑتا۔ تو اپنی جَد کو یاد رکھنا چاہیے، اپنی اصل کو، اپنی جڑ کو، نسل اور نسب کو یاد رکھنا چاہیے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور صحابی، میں آپ کو ایک بنیادی بات بتا دوں۔

ایک سوال:

یاد رکھیے! آپ کو کوئی نہ کوئی شخص ملے گا۔ کوئی دکان دار، کوئی مسافر، کوئی راہ گیر، کوئی گاہک، کوئی دوست، کوئی رشتہ دار، کوئی تاجر، کوئی اخبار نویس، کوئی شاعر، کوئی مولوی، کوئی ذاکر، کوئی واعظ، کوئی خطیب، ایک وسوسہ وہ آپ کو چھوڑے گا۔ وہ کہے گا: ''جناب! یہ بات تو سب تسلیم ہے کہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب تھے لیکن ہم مسلسل یہ سن رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں کہ یہ آپس میں بھی لڑے تھے۔ آپ کو جواب دیے بغیر چارہ نہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بالکل غلط ہے، وہ کبھی نہیں لڑے، یہ جھوٹ ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہاں جناب! یہ تو ہم نے بھی سنا ہے کہ وہ لڑے تھے، تو وہ دوسرا سوال یہ کرے گا کہ آپ جانتے ہیں کہ جب لڑائی ہوتی ہے، عقل، نقل، دلیل، واقعات کے مطابق فطرتی فیصلہ قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک سچا ہوگا، ایک جھوٹا ہوگا؟ آپ کہیں بھی بات کریں، یہ سوال سب سے پہلے سر پر آئے گا۔ پنجابی میں کہتے ہیں ''بڑی خطرناک تھاں تے اَیرا رکھدا اے'' اب عام آدمی اس چکر میں پھنسا اور گیا۔ میں آپ کو اس خطرناکی پہ مطلع کرتا ہوں، آگاہ کرتا ہوں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو تاکہ جواب دینے میں آسانی ہو۔ صحابہ کا دشمن شیطان جب ہر طرف سے ہار جائے گا عاجز ہو جائے گا، ٹھتھنی اس کی سوج جائے گی، دانت اس کے ٹوٹ جائیں گے۔ جوتے کھا کھا کر منہ اس کا سوج جائے گا، تو آخری اعتراض ابلیس یہ سکھائے گا کہ اچھا جی! یہ تو آپ مانتے ہیں کہ وہ آپس میں لڑے تھے، مان لیا۔ اُن میں سے کوئی صدیق تھا، کوئی فاروق تھا، کوئی معاویہ حلیم الجواد تھا، کوئی کچھ تھا۔ تو بتاؤ دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ

دونوں لڑنے والے سچے ہوں؟ تو پھرلڑائی کس چیز کی؟ یہ سب سے بڑاوزنی اعتراض آئے گااوّل بھی اورآخر بھی۔

آپ بطور مسلمان کے یادرکھیں، بطور عقل کے بھی یادرکھیں۔ اس پوائنٹ پر نہ آپ وعظ سنتے ہیں نہ آپ کا مولوی بولتا ہے، نہ آپ کا واعظ بولتا ہے، نہ آپ کا خطیب بولتا ہےاور ذاکر تو یہ بیان کر ہی نہیں سکتا۔اس کی تو ماں مرجائے گی اگر وہ خود یہ بیان کردے،اُن کا تو سارا مذہب دھڑام سے نیچے آگرے گا۔آپ جواب دیں کہ ہاں آج تک دنیا میں جتنی بھی اور جماعتیں ہیں، ہابیل قابیل سے لے کر قیامت تک، ہر دور کے ہر نبی کے ساتھیوں کو چھوڑ کر، دنیا میں جتنی بھی پارٹیاں کبھی لڑی ہیں یا آئندہ لڑیں گی، یہ بات بالکل سچ اور برحق ہے کہ اُن میں سے ایک سچا ہوگا اور ایک جھوٹا ہوگا۔ہم صحابہ کو بھی ایسا کہہ دیتے لیکن ہمیں اللہ نے منع کردیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ہم بالکل یہ کہنا چاہتے تھے کہ ان میں سے یہ سچا ہے وہ سچا ہے، معاویہ سچا ہے یا علی سچا ہے، ابوبکر سچا ہے یا عمر سچا ہے، ہم یوں کہہ دیتے، ہمیں کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں خود روک دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خود روک دیا، انھوں نے فرمایا کہ یادرکھو دنیا میں ہر پارٹی میں دو دھڑے ہوں گے اور اُن میں سے ایک سچا ہوگا، ایک جھوٹا ہوگا۔سوائے میرے دوستوں کے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کمزور تو ہوسکتی ہے، ایک جماعت تھوڑی تو ہوسکتی ہے لیکن جھوٹا ان میں سے ایک بھی نہیں ہوگا۔

سورت الحجرات کا نزول اور آدابِ تعظیمِ نبوّت کی تعلیم:

چھبیسواں پارہ، سورت حُجرات، تیسرا پاؤ شروع ہے، سورۂ حُجرات اس لیے نازل ہوئی کہ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چند بدو دیہاتی صحابہ کی گفتگو کی وجہ سے کچھ تکلیف پہنچی۔آپ دوپہر کو اپنے حجرہ میں آرام فرما تھے تو بنوتمیم قبیلہ کے کچھ دیہاتی لوگ دیہات سے آئے۔وہ بے چارے ادب سے آشنا نہیں تھے۔طریقِ کار اُن کو معلوم نہیں تھا۔نبی کی شان سے اچھی طرح وہ ابھی واقف نہیں تھے، نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔انھوں نے آکر زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔دھڑ دھڑ کیا۔ ایک پَٹ تھا کل دروازے کا جو بند رہتا تھا اور آدھا پَٹ کھلا تھا۔ پردے کی خاطر، جب پردہ کی آیتیں آئیں تو اس پر کمبل ڈال دیا جاتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اُمّ المؤمنین کو اندر بیٹھے ہوئے بغیر پردہ کے کوئی بے حجاب دیکھ نہ سکے۔ یہ تھا حجرۂ مطہرہ کا حال۔تو اس ایک دروازہ کو بھی دھڑ دھڑایا زور سے اور یہیں پر بس نہیں کی۔ بے باکی اور بے تکلفی سے آواز دی۔دروازے کو زور سے مکا بھی مارا۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ پر کچھ ناگواری تھی۔ رنگت بدلی تھی کہ اب بے وقت؟ ابھی اُٹھ کے آیا ہوں مسجد سے، صبح کی محفل تھی۔دو گھنٹے، چار گھنٹے بھی ہو، پیغمبر کو صرف نبی ہونے کی ڈیوٹی کا اتنا بوجھ ہے کہ کوئی اور آدمی اٹھا نہیں سکتا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایک دو دفعہ وحی نازل ہونے کے بعد جو ضعف اور کمزوری آسکتی ہے، بڑے سے بڑے قطب، غوث، ابوبکر صدیق پر بھی اگر وہ بوجھ ڈال دیا جائے تو ان کی جان نکل جائے۔ بارہا یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب وحی اترنے لگی ہے تو پھر کوئی چیز آپ کے بوجھ کو برداشت نہیں کرسکی۔تو آپ کو یہ ناگوار گزرا کہ بے وقت ہے، آرام کا وقت ہے، دوپہر ہے، پھر بلاتے کس طرح ہیں، نہ ادب ہے نہ کوئی لقب ہے۔انھوں

نے آ کر کہا: یا مُحَمَّد (صلّی اللّٰہُ علیہِ وسلّم) اُخْرُجْ اِلَیْنَا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر ہماری طرف آیئے۔ آپ نے اُن کی بات بھی سنی، جواب بھی دے دیا، اُن کو جھڑکا بھی کچھ نہیں، اُن کو سخت بھی کچھ نہیں کہا لیکن دل و دماغ پر بوجھ تھا۔ بس یہ بوجھ لے کر اندر گئے تو سورت اتر آئی کہ تم تو بولو گے نہیں، میں بولتا ہوں۔ ان بے چاروں کو بتانے والا کون ہے؟ تم تو شرم کرو گے کہ میرے اُمّتی ہیں۔ یہ بھاگ نہ جائیں کہیں، میری تو یہ مخلوق ہے۔ آج تم چپ رہو گے، کل کو تمھارا دروازہ کھول کر اندر آ جائیں گے۔ ان کو معلوم نہیں ادب کیا ہے نبی کا؟ پوری سورت نازل ہوگئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ . یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (الحُجرات، آیت:۱،۲)

اے ایمان والو! نبی کے سامنے زیادہ بڑھ چڑھ کر آگے ہونے کی کوشش نہ کرو۔ اس کی محفل میں سب سے آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرو اور جب نبی سے بات کرنی ہو تو نبی کی آواز سے زیادہ اونچی آواز مت نکالو اور نہ نبی کو عام الفاظ سے بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو ورنہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم بے خبری میں مارے جاؤ گے۔

یوں نہ معلوم ہو کہ ایک بے تکلف ساتھی سے بول رہے ہو۔ بلکہ آواز پست کر کے، لہجہ نرم کر کے، گردن نیچی کر کے اتنے ادب سے بولو، لوگ سمجھیں کہ سردار اور خادم آپس میں بول رہے ہیں، بیٹا اور باپ آپس میں بول رہے ہیں اور جن ساتھیوں کی وجہ سے ایسا ہوا تھا ان کو بھی فرما دیا گیا کہ ان کو معلوم نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ . (الحُجرات، آیت:۴)

اے نبی بلاشک جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں اُن کے اکثر بے عقل اور بے شعور ہیں۔ غم نہ کرنا، غصہ نہ منانا، ان بے چاروں کو عقل نہیں ہے۔ یہ اتنی ہی عقل کے مالک تھے جو انھوں نے آ کر ظاہر کر دی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ. (الحُجرات، آیت:۵)

اور اگر وہ ذرا صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود (اپنے وقت پر) اُن کے پاس آ جاتے تو اُن کے لیے بہتر ہوتا۔

اگر یہ ظہر کی نماز کا انتظار کرتے، اذان ہوتی، صفیں بندھتیں، آپ خود تشریف لے جاتے، پھر یہ بڑے ادب کے ساتھ قانون کے مطابق ملاقات کرتے، ان کے لیے بھی بہتری ہوتی، آپ کے لیے بھی آسانی ہوتی، ان کو معلوم نہیں ہے کہ آدابِ نبوّت کیا ہیں، یہ تو دنیا کے رئیس کو ملنے جائیں تو اس کی ہر بات کا لحاظ کرتے ہیں۔ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں، شفیق ہیں، مہربان ہیں۔ آپ کی نرمی کی وجہ سے جو آتا ہے، مسجد میں بھی آپ کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، بازار میں چلتی ہوئی بڑھیا نے آپ کو پکڑ لیا تو وہیں کھڑے ہو کر دیر تک اُس کی باتیں سنتے رہے۔

(جاری ہے)